OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عصر حاضر کے معاشرتی مسائل کا حل: مولانا محمد اکرم اعوان کے افکار کی روشنی میں ایک مطالعہ

Solutions to Contemporary Social Problems: A Study in the Light of Mawlānā Muhammad Akram Āwan's Thoughts

Mubbasher Hassan

Doctoral Candidate, Faculty of Arabic and Islamic Studies, AIOU, Islamabad

Dr. Hafiz Muhammad Sajjad

Associate Professor, Department of Interfaith Studies, AIOU, Islamabad

Abstract

The present age is again reflecting the conditions of the sixth century AD. The Prophet of Islam, peace and blessings be upon him, created a historic and unprecedented revolution. And human history is a witness that the best time of all times is when the Muslim Ummah follows its great Prophet, the Prophet of Mercy and spending days and nights in it. As time passed by, the Muslim Ummah began to suffer from negligence in following its beloved Prophet (peace be upon him), due to which every coming time began to present a severe situation. The most important social problems that are being faced today are corruption, lack of trust in Allah. Lack of Trust and turning away from following the Prophet (PBUH), usury, proselytizing, intellectual, practical, and moral decline and terrorism, deterioration of family system, bad culture, bad peace and bad order, restlessness and mental pressure, materialism etc. are important. In every era, the thinkers had the pain of the Ummah, made efforts to reform it. Sheikh e Silsila Naqshbandiyya Owaisiya and Ameer Tanzeem Al-Ikhwan, Maulana Muhammad Akram Awan (R.A), is one of the great thinkers of the nineteenth and twentieth centuries who offered their services in every field of life. In this Article,

CC BY

solution of such Problems in the light of the thoughts of Maulana Muhammad Akram Awan are discussed.

Key Words: Akram Awan, present age, teachings, solutions

تمہید

عصر حاضر، دور جاہلیت کی عملی اور فکری عکاسی کر رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ خالق کائنات کی ذات سے دوری اور اتباع رسالت ﷺ سے روگردانی ہے۔ اس عمل سے جہاں انسان انتہائی بے سکونی اور بے چینی میں مبتلا ہوا ہے وہاں ان بے ہنگم کیفیات کا شکار معاشرہ فساد کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ جس معاشرے میں فساد عام ہو وہاں جہالت، بد تہذیبی، بدامنی، معاشی استحصال، دہشت گردی اور خاندانی نظام کے بگاڑ جیسے مسائل عام نظر آتے ہیں۔ علمائے حق، بالخصوص صوفیائے کرام نے ہر دور میں معاشرتی اصلاح کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ تھے۔ بیسویں صدی کا اخری نصف اور اکیسویں صدی کے اوائل میں متقدمین صوفیائے کرام کی طرح مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے بھی معاشرتی اصلاح کے لیے اپنی بھرپور خدمات پیش کیں۔ ضروری ہے کہ جہاں مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا تعارف پیش کیا جائے وہاں عصر حاضر کے معاشرتی مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں ان مسائل کا حل بھی پیش کیا جائے۔

تعارف

مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ (م۲۰۱۷ء) ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ ایک استاد، کاشتکار، بزنس مین، ماہر تعلیم، شاعر، مفسر، مفکر، محدث، شارح، سیاح، طبیب، ادیب، مزاح نگار، صحافی، سیاستدان اور ایک صوفی شیخ بھی تھے۔ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں کام کیا۔ اور آپ کی شخصیت کی ہر جہت پر تحقیقی کام ہو سکتا ہے۔ آپ تصوف کے ایک عظیم سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ تصوف کیا ہے؟ صاحب کتاب اللمع تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وھو تصفیۃ القلوب من الاکدار واستعمال الخلق مع الخلیفۃ، واتباع الرسول فی الشریعۃ"[1] صفائے قلب، حسن خلق اور اتباع شریعت رسول اللہ ﷺ کا نام تصوف ہے۔[2] "اپنی حیثیت کے مطابق بندے کے اندر اتباع شریعت کی ایسی آرزو پیدا ہو جائے کہ وہ اس راستے میں آنے والی تکالیف اور مشکلات برداشت کرلے لیکن برائی اور گناہ سے سمجھوتہ نہ کرے اور یہ مجاہدہ بھی صرف اللہ کی رضا کے لیے کرے۔ تصوف اس کیفیت کو دل کی گہرائیوں میں بسا لینے کا نام ہے۔"[3] سلاسل تصوف اور حاملین تصوف اسی عظیم کام کو ہر زمانہ میں کرتے رہے اور آج بھی اپنی استعداد کار کے مطابق اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ اور تنظیم الاخوان کے امیر کی حیثیت سے معروف تھے۔ آپ وادئ کوہسار میں علاقہ ونہار کے ایک تعلیم پسند، افواج پاکستان سے منسلک زمیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ علاقہ بھر میں ایک استاد، معروف کاشتکار اور کوئلہ کے بزنس مین بھی مانے جاتے تھے۔ اپنی عمر کے ستائیسویں سال، سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مجدد شیخ اور ولی کامل، بحر العلوم حضرت العلاّم مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ (م1984ء)[4] سے بیعت ہوئے۔ آپ نے تقریباً ربع صدی سے زائد عرصہ مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ (م1984ء) کی صحبت میں گزارا۔ حضرت العلاّم مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے بعد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا شیخ نامزد فرمایا۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ (م2017ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ تھے۔ کیفیاتِ قلبی اور برکاتِ نبوی ﷺ کی تقسیم "سلاسل تصوف" کی اصل منزل ہے۔ اور مشائخ تصوف ہمیشہ "اَنَا قَاسِمٍ وَ اللهُ يُعطِی"[5] کی سنّت کے مطابق خلق خدا کی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تصوف

کے موضوع پر مولانا محمد اکرم اعوان نے ارشاد السالکین [6]، کنز الطالبین [7]، طریق نسبتِ اویسیہ [8]، رموزِ دل [9]، کنوزِ دل [10] جیسی قریباً چالیس کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م 1943ء) کی کتاب "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک [11]" کی شرح فرمائی اور اپنے عظیم المرتبت شیخ حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ (م 1984ء) کی کتاب "دلائل السلوک" [12] کی بھی شرح فرمائی۔ آپ پوری زندگی لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے نظام فکر و تربیت کے مطابق فیض باطنی کے حصول کے طالب لوگوں کی تربیت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ زندگی کے شب روز میں اشاعت اسلام اور اتفاق و اتحاد امت کے لیے کوششوں میں مصروف رہے۔ نفاذِ اسلام اور روئے زمین پر احیائے دین کے لیے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لائے۔ آپ نے اسی مشن کی تکمیل کے لیے سوائے اسرائیل کے دنیا کے تمام ممالک کا سفر کیا۔ آپ کا سفر نامہ "غبارِ راہ" [13] اس سیاحت کی تفاصیل سے پر ہے۔ غبار راہ کے اہم عنوانات امت مسلمہ کی زبوں حالی، دنیا کی ثقافت سے شناسائی اور معاشرتی مسائل کا حل ہے۔

تنظیم الاخوان جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی ایک ذیلی تنظیم ہے۔ مولانا اس تنظیم کے امیر تھے۔ تنظیم کا منشور، اپنی ذات پر اسلام کے نفاذ، اس کے بعد خاندان، وطن اور پھر روئے زمین پر اسلام کے غلبہ کے لیے میدان عمل میں اترنا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ اور تنظیم الاخوان کے ممبران دنیا کے اکثر ممالک میں موجود ہیں۔ شریعت و طریقت کے امتزاج سے مزین، افراد کی تربیت کا باقاعدہ نصاب ترتیب دیا۔ اس کے ذریعے لوگ قرآن و حدیث، سیرت طیبہ، فقہ اور عربی زبان و ادب پر مشتمل علوم حاصل کرتے ہیں۔ جن میں ایمانیات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی بنیادی تعلیم کے ساتھ معاشیات، عدالت اور معاشرت کے سلسلہ میں رہنمائی دی جاتی ہے۔ مردوں کی طرح خواتین کی تربیت کا انتظام ہے۔ جو کہ "الاخوات" کے نام سے تنظیمی ڈھانچہ رکھتی ہے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ، وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ آپ مفسّر قرآن اور مفکر قرآن ہیں۔ آپ نے ایک تفسیر "اسرار التنزیل" [14] تحریر فرمائی۔ جس میں متعدد مقامات پر آپ نے تصوّف کے اسرار و رموز پیش کیے ہیں۔۔ آپ کی دوسری بیانیہ تفسیر "اکرم التفاسیر" [15] ہے جو اکتیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر کے اہم مضامین، عقائد و احکامات کی تفاصیل اور حالات حاضرہ کے مسائل اور ان کا علاج ہیں۔ آپ کی ایک اور پنجابی تفسیر "رب دیاں گلاں" "اپنا ٹی وی چینل" سے ٹیلی کاسٹ ہوتی رہی ہے۔ اس کی سی ڈی اور ڈی وی ڈی وغیرہ دستیاب ہیں اور انشاء اللہ طباعت کے بعد منظرِ عام پر آجائے گی۔ آپ مترجم قرآن بھی ہیں۔ آپ کا لکھا ہوا قرآن پاک کا انتہائی سہل زبان پر مشتمل ترجمہ "اکرم التراجم" [16] قدرت اللہ کمپنی لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ ایک صوفی شاعر، صحافی اور ادیب بھی ہیں اپنے خیالات و افکار کے بیان کے لیے شاعری کو بھی ذریعہ بنایا اور چھے اردو شعری مجموعے گردِ سفر [17]، دیدۂ تر [18]، متاعِ فقیر [19]، نشانِ منزل [20]، آس جزیرہ [21]، کونسی ایسی بات ہوئی ہے [22] اور ایک پنجابی زبان میں دِل دروازہ [23] جیسے شاعرانہ مجموعہ ہائے کلام پیش کیے۔ مولانا صاحب کے شاعرانہ اور صوفیانہ کلام میں سے درج ذیل اشعار بطور مثال ان کی محبت رسول ﷺ اور امت مسلمہ کے لیے ورد کے ترجمان ہیں:

"تیرے در کے ذروں میں جو روشنی ہے
نہ زر میں وہ پائی نہ لعل و گہر میں
اگر ہو اجازت تو یہ عرض کر دوں
بہت دیکھے مسلم سفر میں حضر میں
پریشان و ابتر مصائب میں گرداں

تڑپتے ہیں لاشے غریبوں کے گھر میں
جزیرہ ہو، کشمیر ہو یا فلسطیں
مصائب کے سیلِ رواں کے بھنور میں
ہے فریاد اتنی اجازت ہو آقا
کہ ہتھیار باندھیں مسلماں کمر میں
انہی برکتوں کا ہے سیماب طالب
ستارے چمک آئیں فکر و نظر میں"[24]

مولانا محمد اکرم اعوان (م 2017ء) کی دینی فکر، نظریۂ اقامت دین کی عکاسی ان اشعار سے بھی ہوتی ہے:

"ہے نمونہ خلق نبوی کا حسین
دار دنیا کی طلب کا در یزید
کٹ گیا سر، جھک نہ پایا یہ حسین
جھک گیا باطل کے جو در پر، یزید
آج بھی حق کی علامت ہے حسین
آج بھی ہے ظلم کا مظہر یزید
خود کو دیکھو کون سی صف میں ہو تم
جس کا قائد ابن حیدر یا یزید"[25]

آپ فلاحی تنظیم الفلاح فاؤنڈیشن کے بانی ہیں۔ جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی ذیلی تنظیم ہے۔ پورے ملک میں خدمت خلق کے فرائض سر انجام دے رہی موجودہ ملکی سیلابی صورت حال میں الفلاح فاؤنڈیشن نے بے مثال خدمات سر انجام دی ہیں۔ اور ابھی تک سرگرم عمل ہے۔ صقارہ ایجوکیشن سسٹم کے بانی اور سرپرستِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔ صقارہ اکیڈمی کا سنگ بنیاد صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے رکھا۔ اس اکیڈمی کا نصاب، دینی اور دنیوی علوم کے امتزاج کے ساتھ ایک خوب صورت نصاب تعلیم ہے۔ راولپنڈی بورڈ سے ملحق اس ادارے کے فارغ التحصیل طلبہ وطن عزیز کے اعلیٰ عہدوں پہ اپنے فرائض منصبی سر انجام دے رہے ہیں۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ طب کی دنیا میں چند یونانی ادویات کی ایجاد کا اعزاز رکھنے والے ایک نباض حکیم بھی تھے۔ شکاری ایسے کہ مشہور شکاریوں سے داد شجاعت حاصل کی۔ فن تقریر و خطابت میں بھرپور کمال کے ساتھ ڈرائیونگ کے ہنر سے بھی واقف تھے۔ مولانا کی محافل میں ایک عام آدمی سے لے کر مفتیان کرام تک، ہر عمر اور شعبہ کے لوگ شرکت کرتے تھے۔ آپ نے کثیر موضوعات پر تقریر و تحریر کے ذریعے پیغام اسلام پہنچایا۔ اکثر موضوعات کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں جن کی ایک مثال "نقوش[26]" نامی کتاب ہے۔ آپ کے خاص موضوعات میں ذکرِ الٰہیٰ، عظمتِ باری، معرفتِ باری، حصولِ رضائے باری، حبِّ رسول ﷺ، اطاعتِ رسول ﷺ، اتباعِ نبی ﷺ، غزوۃ الہند اور غلبۂ اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام کیا ہے؟ مولانا صاحب کی فکر کیا ہے؟ آپ رقمطراز ہیں: "اسلام محض ایک فلسفہ نہیں، اسلام محض ایک طریقہ نہیں۔ اسلام نری دعوت یا لمیٹڈ کمپنی بنانا یا لوگوں کو جمع کرنا نہیں ہے، اسلام انسانی استعداد کو ان عظمتوں تک پہنچانے کا نام ہے کہ وہ صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق ہو جائے۔ اس کا معاملہ رب کریم کے ساتھ درست ہو جائے اور ہر طرف وہ حقوق پہنچائے بھی، حقوق ادا بھی کرے۔ فرائض نباہے بھی اور راستی بھی اپنائے۔ اس کا نام اسلام

ہے۔"[27] آپ تحدیث نعمت کے طور پر اظہار فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں: "میں یہ بات ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ میں ایک نگاہ میں ایک شخص کے ایک ایک ذرے کو اللہ کا ذکر سکھا سکتا ہوں۔ یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے کہ طالب کے قلب کو جاری کر سکتا ہوں اور اسے آج بھی وہی کیفیاتِ نبوی ﷺ نصیب ہو سکتی ہیں۔"[28]

آپ کی زندگی کے ہر پہلو سے بالخصوص آپ کی تقریر اور تحریر سے آپ کے نظریات کی عکاسی ہوتی ہے۔ آپ کی تفسیر، تقریر، سیاحت اور آپ کے کلام میں ایسی سینکڑوں مثالیں نظر آتی ہیں جو اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ آپ اس امت کے لیے ایک درد رکھنے والے انسان تھے؟ عصر حاضر کے مشائخ عظام، علمائے کرام کے ساتھ ساتھ شعرائے کرام میں سے "جناب منیر نیازی (م2006ء)"[29] "ڈاکٹر محمد اجمل نیازی"[30] اور "کرنل محمد خان (م1999ء)"[31] نے بھی آپ کی فکر کو بہت سراہا ہے۔ مولانا محمد اکرم اعوان (م2017ء) کی فکر کیا ہے؟ اس بات کی وضاحت آپ نے اپنی تفاسیر میں بھی کی ہے اور اسی طرح شاعرانہ کلام اور سفر نامے میں بھی اپنی زندگی کے مقصد کو بیان کیا ہے۔ اپنی شاعری کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "کیا میرے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ اس خوابیدہ قوم کو آمادۂ سفر کر بھی سکیں گے۔ کیا یہ نعتیں اور غزلیں جو ایک فن شاعری سے ناآشنا اردو ادب سے بیگانہ اور محض دردمند دل سے نکلے ہوئے نالے کو شعر کہنے والے کی صدائیں وہ کام کر جائیں گی جس کے لیے انہیں چھپوانے اور نوجوانان قوم تک پہنچانے کی سعی کر رہا ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے اس بات کی فکر نہ ہو گی کہ میرے شعروں کے اوزان اور غزلوں کی بحر میں کیا کمی رہ گئی یا میرے شعر تھے بھی یا محض شعر کے نام پر افکارِ پریشاں کو جمع کرتا رہا۔ اور اگر میری یہ گزارشات کوئی بیداری پیدا نہ کر سکیں، کسی آنکھ کو نم نہ کریں، کسی دل میں ٹیس نہ اٹھے تو پھر شعروں کی تعریف بھی ہو گی تو مجھے کوئی خوشی نہ ہو گی۔ اللہ کرے یہ الفاظ اگرچہ اس قابل تو نہیں مگر دلوں کو عظمت الٰہی عشق رسول ﷺ اور حقانیت اسلام کی طرف متوجہ کر سکیں۔ اللہ قادر ہے اگر وہ چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اسی کی بارگاہ سے امید کرم ہے۔ نعت میں بھی بصد ادب قوم کا احوال اس بارگہ عالی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے نظر کرم کا امیدوار ہوں۔"[32]

زیر بحث تحقیقی مضمون میں عصر حاضر کے اہم معاشرتی مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور مولانا محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔

عصر حاضر کے معاشرتی مسائل اور ان کا حل

معاشرہ انسانوں کے مل جل کر رہنے کا نام ہے۔ جہاں انسان مل جل کر رہتے ہیں وہاں مزاج اور پسند وناپسند کا اختلاف ایک فطری بات ہے۔ اسی طرح عظیم معاشرتی زندگی کے حصول میں رکاوٹوں اور مسائل کا پیش آنا بھی فطری ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ نور وظلمت، نیکی اور برائی، علم وجہل کا ہمیشہ ٹکراؤ رہا ہے اور اس ٹکراؤ میں مسائل پیش آتے رہے ہیں۔ عصر حاضر جن اہم معاشرتی مسائل سے دوچار ہے اور مولانا محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل کا جو حل پیش کیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔

ا۔ اعتماد علی اللہ کی کمی اور اتباع رسالت ﷺ سے روگردانی

کمزور ایمان ہر برائی کی جڑ ہے۔ دور حاضر کی مادیت پرستی نے فرد سے اعتماد علی اللہ کی دولت چھین لی ہے۔ اعتماد علی اللہ کی کمی اور اتباع رسالت ﷺ سے روگردانی نے فرد سے قوم تک معاشرے کو انتشار کا شکار کر دیا ہے۔ اعتماد علی اللہ کے فقدان نے فرد کو حقوق وفرائض کی بجاآوری سے کوسوں دور کر دیا ہے کہ ایک انتہائی قلیل مقدار حقوق وفرائض سے کماحقہٗ آشنا ہے۔

اعتماد علی اللہ کا فقدان یعنی عقائد کی خرابی سے انسان کے اندر حقوق وفرائض کی بجاآوری کا جذبہ بھی کمزور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے امن آشتی کو ٹھیس پہنچتی ہے اور پھر فرد سے لے کر اقوام تک اس کے نتائج بھگتتے ہیں۔ معاصر دور کی دہشت گردی اور

بد امنی کی بنیادی وجہ اسی اعتماد علی اللہ کی کمی اور آقائے نامدار ﷺ کی تعلیمات سے پہلو تہی ہے۔ معاشرے میں پیدا ہونے والے مسائل کی بنیادی وجہ اعتماد علی اللہ کی کمی اور اطاعت رسول ﷺ سے روگردانی ہے۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف، تحاریر اور بیانات میں جہاں باقی مسائل وواقعات پر آپ کے افکار موجود ہیں۔ وہاں معاشرتی مسائل کے حل کے لیے سیر حاصل ابحاث موجود ہیں۔ ایمان کامل اور نیک اعمال کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے مولانا رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ "دنیا کی نعمتوں میں مال اور اولاد بیشک بہت بڑی نعمت ہیں لیکن یہ سب کچھ طاقت واقتدار اور صحت وغیرہ سب عظیم نعمتیں ہیں مگر انہیں اللہ کی رضامندی کی دلیل سمجھ لینا سب سے بڑی جہالت ہے کہ یہ سب کچھ تو کفار ومشرکین کے پاس بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ اپنی حکمت سے تقسیم فرماتا ہے اور اس کی حکمت سے وہ خود ہی واقف ہے ہاں اس کی رضامندی کی دلیل یہ ہے کہ ایمان کامل نصیب ہو اور نیک اعمال کی توفیق ارزاں ہو ایسے لوگوں کو یقیناً ان کے اعمال سے کئی گنا زیادہ اجر دیا جائے گا۔"[33] مکمل اطاعت کو ضروری قرار دیتے ہیں" لہٰذا اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرو جس کا مطلب ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو یاد رہے کہ عقیدہ، عبادت اور نظامِ حیات سب میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے اور یہی اللہ کی اطاعت ہے لیکن اگر عقیدہ بھی مانے عبادت بھی کرے مگر نظامِ حیات میں اطاعت نہ کرے تو یہ عمل پہلے دونوں میں سے بھی خلوص کو ضائع کر دیتا ہے اور صرف رسومات باقی رہ جاتی ہیں اور اگر کوئی اطاعت کی راہ سے ہٹ جائے تو نہ اللہ کو اس کی پرواہ ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کو کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ اللہ کا پیغام اور حکم پہنچا دینا ہے۔"[34] رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے روگردانی کے انجام سے خبردار بھی کرتے ہیں" پھر کتنی آبادیاں ایسی ہیں جنہوں نے اللہ کے احکام کی پرواہ نہ کی جس کی روشن مثال مغرب کا جنسی بے راہ روی کا شکار معاشرہ ہے کہ مرد عورتوں کے تعلقات کو محض شہوت رانی کے لیے ان کی پسند پہ چھوڑ دیا تو وہ دنیا میں اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے معاشرہ اور خاندان تباہ ہو گئے اور بے راہ روی نے عزت ووقار کے ساتھ زندگی سے سکون بھی غارت کر دیا پھر آخرت میں ان کے لیے ایسے بڑے عذاب ہیں کہ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔"[35] عظمت رسالت اور اطاعت رسالت ﷺ سے روگردانی کا انجام بیان کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: "حضرت محمد ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے کہ اللہ بیشک یہ لوگ میری مان کر چلنے والے اور تیری کتاب کو ماننے والے ہیں۔ تب فیصلہ انبیاء کے حق میں ہوگا۔ یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ جسے نبی پاک ﷺ کی شہادت نصیب نہ ہوئی وہ آگے کہاں جائے گا اور آپ ﷺ کی شہادت سے خلاف سنت زندگی بسر کرنے والے محروم ہو جائیں گے کہ عقائد واعمال پر آپ ﷺ کی منظوری کی مہر شرط ہے جیسے کھرے سکے پر حکومت کی مہر ضروری ہے۔ جن لوگوں نے اسلام سے منہ موڑا اور عملی زندگی ترک کی اور فساد عقیدہ میں مبتلا ہوئے ان سے خود حضور ﷺ بیزار ہوں گے کہ عرض کریں گے (رب ان قومی اتخذ واھذا القرآن مھجورا) کہ اللہ! ان لوگوں کو میری امت کی صفوں سے نکال دے کہ انہوں نے اپنی زندگی سے قرآن کو خارج کر دیا تھا۔ تب عظمت رسالت کا اندازہ ہوگا اور یہ کہ اطاعت کس قدر ضروری ہے۔ اور یہ بات کہ پہلے قبلہ بیت المقدس کو کیوں بنایا؟ یہ تو محض ان لوگوں کو سرمیدان لانے کے لئے تھا جو حقیقتاً آپ ﷺ کا اتباع نہیں کرتے بلکہ جہاں رواج کو سنت کے مطابق پایا سنت کا ثواب کما لیا۔ اور جب سنت اور رواج میں تصادم ہو تو سنت کو چھوڑ دیا۔ اللہ تو خوب جانتا ہے مگر لوگوں کے سامنے بھی ان کے دعوائے اطاعت کا پول کھل گیا۔ کہ رسوم تو ہر قوم کو عزیز رہی ہیں۔"[36] مغربی معاشرہ کی حقیقت زور اتباع رسالت ﷺ کے بارے میں حقائق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں" ذرا اس معاشرے کو اپنے معاشرے کے مقابل رکھ کر دیکھو، انسانیت کس طرف ہے اور نوع انسانی کی فلاح کس بات میں ہے، یقیناً تم پر اتباع نبوت کی عظمت عیاں ہو جائے گی اور تم سمجھ سکو گے کہ کالج اور یونیورسٹی بھی وہی مفید ہے جو اتباع نبوت سکھائے ورنہ سب بوچڑ خانے ہیں جہاں انسانیت کی کھال اتاری جاتی ہے پھر اتباع

نبوت، نبی ﷺ پر مکمل اعتماد کا نام ہے۔"[37]

۲۔فساد

آراء کا اختلاف ایک قدرتی امر ہے۔لیکن اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط کرنا فساد ہے اور یہ دور حاضر کا سب سے بڑا معاشرتی مسئلہ ہے کہ افراد کی اکثریت اس مزاج کی حامل نظر آتی ہے جو اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط کرتے نظر آتے ہیں۔جب رائے مسلط ہوتی ہے تو قانون اور ضابطے ٹوٹتے ہیں۔روئے زمین پر اب فساد ہی فساد نظر آتا ہے اس کا بنیادی سبب قرآن و سنت کے اصول وضوابط کو چھوڑ اپنی عقل و دانش و آراء کا غلبہ ہے۔اسے ہی بغاوت کہتے ہیں اور بغاوت سب سے بڑا فساد ہے۔اس فساد نے پوری معاشرتی زندگی کو لپیٹ میں لے رکھا ہے۔خاندانی، مذہبی، سیاسی حالات میں انتشار یہ ظاہر کرتا ہے کہ فرد سے قوم تک رائے کا تسلط اس کی بنیادی وجہ ہے۔رائے کے تسلط کی بنیادی وجہ فرد کا تکبر ہے۔گھریلو زندگی ہو یا بین الاقوامی زندگی ہر جھگڑے اور خرابی کی بنیادی وجہ اگر دیکھی جائے تو تکبر نظر آتا ہے۔یہی تو شیطنت ہے۔شیطان نے بھی تو یہی بات کی تھی کہ میں اس سے بہتر ہوں۔آج بھی فساد کی بنیادی وجہ یہی تکبر وانانیت ہے۔جب تکبر وانانیت بڑھتی ہے تو انسان گناہ کا شکار ہو جاتا ہے اور گناہوں اور نافرمانیوں کی کثرت فساد معاشرہ کا سبب بنتی جاتی ہے۔دھوکا دہی، بددیانتی اور فرقہ بندی فساد کی ہی مختلف شکلیں ہیں جن سے عصر حاضر دوچار ہے۔دور حاضر کا سب سے اہم مسئلہ فساد معاشرہ ہے۔معاشرتی زندگی کے اکثر پہلو فساد کا شکار ہیں۔ظاہر ہے اس کا سبب بھی انسانی کردار ہے۔کلام الٰہی میں، رب جلیل نے اس کی نشاندہی بھی فرمائی ہے مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح معاشرہ کے اصولوں کی وضاحت کی ہے۔آپ کی تفاسیر میں بالخصوص اس حوالے سے طویل ابحاث موجود ہیں۔اس لیے کہ کلام الٰہی کا موضوع ہی حضرت انسان ہے۔مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے معاشرتی فساد کی اصلاح کا جو طریق پیش کیا ہے۔اس کی چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔فساد کی بنیادی وجہ کے بارے میں لکھتے ہیں" دراصل انسانی مزاج ایسا ہے کہ ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق یہ چاہتا ہے کو جو خیالات یا نظریات میرے ہیں وہی سارے جہان کے ہوں اور ہر کہ ومہ اسی کو قبول کرے۔یہ اسی جذبے کی تسکین کا سامان تھا کہ کفار اپنے خیالات ہی کو مذہب اور عبادت کا درجہ دیتے تھے اور یہی شے آج کے مسلمانوں کو بھی باہم دست و گریباں کر رہی ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات دوسرے پر ٹھونسنے کے لئے تیار ہے اور رواجات کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اختلاف رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے ہی خارج سمجھا جاتا ہے۔ایک مسجد والے دوسری والوں کو تکفیر کرتے ہیں یہ یہیں سوچتے کہ کفار کا مساجد میں کیا مقام اور کیا کام۔ اگر اتنا ہی شوق جہاد ہے تو روئے زمین پر مسلمانوں کی نسبت کافر زیادہ بستے ہیں وہاں جا کر کام کرو اور ان کی اصلاح کا سامان کرو نہ یہ کہ جو لوگ اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں ان پر کفر کی تلوار چلاتے ہو۔سورہ البقرہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:"واذ قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالو انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد پیدا نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح چاہتے ہیں۔اس آیہ کریمہ نے اصلاح وفساد کا معیار مقرر فرمادیا ہے اگر حدود متعین نہ ہوں تو کوئی ڈاکو بھی خود کو فسادی نہیں کہتا بلکہ اپنی حرکات کا جواز تلاش کرتا ہے مگر یوں کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اس کائنات کا خالق خود فیصلہ نہ فرمادے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جو اندرونی اور باطنی طور پر دین حق سے اختلاف رکھتے تھے فسادی کہا ہے۔یعنی اصلاح نام ہے قول و فعل رسول اللہ (ﷺ) اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خواہ عبادات ہوں یا معاملات، ہر حال میں جو بات ان کے مخالف ہو ہوئی وہ فساد ہوگا جیسے صبح کی دو رکعت فرض ہیں تو اگر کوئی ایک پڑھے تو باطل اگر تین پڑھے تو بھی باطل۔یہ تیسری رکعت بھی پہلی دو کے لئے مفسد ہوگی یعنی تمام بھلائی، تمام خوبصورتی تمام حسن اور ساری اصلاح کا معیار ہے محمد رسول اللہ (ﷺ)۔جو شخص کسی کام میں بھی آپ

(ﷺ) سے اختلاف کرنے والا ہو گا وہ فساد پیدا کرنے والا ہو گا۔ آپ دیکھیں! دنیا میں کس قدر مشاہیر گزرے ہیں ہر قوم میں ایسے افراد موجود ہیں جن پر قوموں کو ناز ہے مگر ایسے کتنے ہیں جن کا قول قول فیصل ثابت ہوا ہو۔ ایک بھی نہیں قانون اور ضابطے بناتے ہیں پھر خود ہی ان میں ترامیم کرتے ہیں۔ اور یہی اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ اس میں خامی موجود ہے اور اصلاح کی ضرورت باقی ہے صرف ایک ہستی محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ہے جس نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر ایک طرز حیات ایک قانون ایک معاشرت اور ایک ضابطہ عطا فرمایا۔ ایسا کامل، ایسا جامع جسے نہ زمانہ فرسودہ کر سکا اور نہ کوئی بدتر اس سے بہتر تدبیر کر سکا یعنی جس کام کو جس طرح سے کرنے کا آپ (ﷺ) نے حکم دیا وہی اس کی بہترین صورت ہے اس سے بہتر کبھی نہ ہو گا بلکہ اختلاف پیدا کرنے والا بگاڑ پیدا کر کے مفسد کہلائے گا خواہ اپنے زعم باطل میں وہ کتنا ہی اچھا کر رہا ہو۔ اسی بات کو آپ اس طرح دیکھیں کہ جو حضور (ﷺ) نے فرمایا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملاً کیا تو گویا صحابہ کرام کا عمل کسی بھی کام کی انتہائی خوبصورت شکل ہے اور اس کا مخالف مفسد یہی اصلاح و فساد کا معیار ہے ورنہ تو منافق بھی کہتے ہیں کہ جی ہم تو اصلاح چاہتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں خبردار! خوب اچھی طرح سن لو کہ یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن ان میں شعور نہیں کہ ہر کام کرنے سے دو طرح کا اثر مرتب ہوتا ہے ایک ظاہری اور فانی اور دوسرا باطنی اور ابدی۔ بظاہر حرام کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے اور کوئی ضروری نہیں کہ بد ہضمی کی شکایت پیدا ہو مگر بباطن ایک ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جو نہ صرف دل کو سیاہ کر دیتی ہے بلکہ اپنی حد تک ماحول کو بھی متاثر کرتی ہے اسی طرح ہر فعل جو سنت کے مطابق ہو، نور پیدا کرتا ہے اور ماحول میں نورانیت اور نیکی کا سبب بنتا ہے مگر خلاف سنت فعل سے ظلمت پیدا ہو کر ماحول اور معاشرے میں تباہی پھیلانے کا سبب بنتی ہے اور یہی فساد فی الارض ہے جسے جہلا اپنی طرف سے اصلاح کا نام کے کر کرتے ہیں مگر نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔"[38]

سورہ روم کی آیت مبارکہ کی روشنی میں مولانا رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ"[39]() خشکی میں، تری میں، سمندروں میں، زمینوں پر فساد ظاہر ہوگئے، تباہی پھیل گئی، ہر طرف موت رقص کرنے لگی، ہر طرف جور و ستم پھیل گیا۔ مَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ اور یہ سب لوگوں کے کردار کے نتیجے میں، ان کے اعمال کا ثمر ہے، یعنی گناہ کا دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی زمین پر فساد پھیلتا ہے، لوگ تباہ ہوتے ہیں، لوگوں کے لئے مصیبتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔"[40] "اللہ نے جب انسان پیدا فرمایا ہے تو انسانی حدود کے اندر رہ کر انسانی زندگی گزارنی چاہئے۔ نافرمانی میں پڑ کر ذلیل و رسوا جانور کی شکل اختیار نہیں کرنی چاہئے، وہ کردار اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ اس بات کی بنیاد ایک چھوٹے سے نقطے پر ہے، ایک لمحے کی بات ہے، خلوص دل سے جب کوئی یہ آرزو کرلے کہ اللہ! میں برائی سے تھک گیا ہوں، میرے گناہ معاف فرما، مجھے نیکی کی توفیق دے۔ کسی کے دل میں خلوص کے ساتھ، سچائی کے ساتھ کسی لمحے یہ بات آجائے تو وہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، بلکہ چاہے تو ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور ان پر ثواب دے دیتا ہے۔ "یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ"[41] وہ گناہوں کو نیکیاں شمار کر لیتا ہے، اس کے خزانے میں کیا کمی ہے۔ اس بخشش، اس بے حد کرم اور اس رحمت عظیم کو حاصل کرنا چاہئے۔ زندگی میں اسے جانے نہیں دینا چاہئے، خلوص کے ساتھ اللہ سے ہر وقت توبہ کرنی چاہئے اور دل کی گہرائیوں سے پکا ارادہ کرنا چاہئے کہ میں گناہ سے بچوں گا، گناہ نہیں کروں گا۔ انسان پھر انسان ہے، کمزور ہے اگر اُس سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ کریم ہے معاف فرما دیتا ہے۔ وہ گناہوں سے بچنے کے سبب پیدا کر دیتا ہے اور اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے، گناہ سے بچا لیتا ہے لیکن اس کی بنیاد اُس طلب پر ہے جو دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور یقین ہو جائے کہ میرا اللہ ہے، میں اس کا بندہ ہوں، جو ہو گیا سو ہو گیا، میرے مالک! مجھے معاف کر دے لیکن آئندہ کے لئے مجھے اپنا بندہ بنالے۔ وہ کریم ہے، قبول فرما لیتا ہے۔"[42]

۳۔ بے سکونی و ذہنی دباؤ

بین الاقوامی حالات اس بات کی عکاسی کر رہے ہیں کہ انسان بے سکونی اور ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔ نہ صرف مسلم معاشرہ بلکہ مغربی معاشرتی حالات کا تجزیہ کیا جائے تو بنیادی طور پر فرد کی زندگی تعلق مع اللہ سے بیگانہ ہے۔ مغرب اس وقت بالخصوص ایک عجیب مسئلہ کا شکار ہے وہ مسئلہ ہے "انجانا خوف" (The Fear of Unknown)۔ ہر فرد بغیر کسی وجہ کے ڈر رہا ہے۔ یہ مسئلہ بے سکونی اور ذہنی دباؤ کی انتہا کی عکاسی کرتا ہے۔ معاشروں کے اندر قطع رحمی، طلاق اور خودکشی کی شرح کے اضافہ کی بنیادی وجہ یہی بے سکونی اور ڈپریشن ہے۔ امن و سکون کو پانے کا واحد راستہ توحید باری پر اعتماد اور اطاعت الٰہی کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں "دراصل اسلام نام ہی توحید باری کا ہے اس کو ماننے کا ہے اس کے کمالات پر یقین رکھنے کا ہے اور دنیا میں امن و سکون کو پانے کا واحد راستہ بھی یہی ہے کہ کوئی بھی انقلاب انسان پر مایوسی طاری نہ کر سکے بلکہ ہر انقلاب میں اللہ کی عظمت کا نشان نظر آئے اور کبھی غیر اللہ یہ امید ہی قائم نہ ہو کہ پھر ناامیدی کا مقابلہ کرنا پڑے۔ ہمیشہ سے امیدوں کا مرکز ایک ذات ہو۔ جب یہ حال حاصل ہو جائے تو پھر پائوں کی ٹھوکروں سے پہاڑ ہلائے جاسکتے ہیں کہ تائید باری شامل حال ہوتی ہے اور اگر اللہ سے تعلق استوار نہ ہو تو کسی بھی حالت میں آرام نصیب نہیں ہوتا۔ شاہ ہو یا گدا بے چینی اس کا مقدر ہے مگر اس توحید کی نشاندہی کس نے کی انسان کو اللہ کی عظمت سے کس نے روشناس کرایا، وہ کون ہے؟ جس نے انسانوں کو غیر اللہ کی پرستش سے نجات دلائی اور ان کی پیشانیوں کو خدائے واحد کے نور سے منور کر دیا اور اس کے پاس کون سا نسخہ کیمیا تھا جس نے مس خام کو کندن بنا دیا وہ ہستی ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور نسخہ کیمیا ہے قرآن مجید۔"43 ایک اور مقام پر نشاندہی فرماتے ہیں: "اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں اگر امن نصیب ہوا یا انسانیت نے چین کا سانس لیا تو صرف اور صرف اسلام کی گھنی چھاؤں میں، ورنہ لوگ ہر طرف بارود کو آگ دکھا کر امن قائم کر رہے ہیں گناہ صرف گنہگار کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ فاس کا فسق روئے زمین پر تباہی کا باعث بنتا ہے اور اس کی نحوست کی وجہ سے دنیا میں تباہی و بربادی بپا ہوتی ہے جس کے لئے وہ اپنے حصے کے مطابق جوابدہ ہے اور یہ سب کچھ کر کے وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں کہ اللہ کی زمین پر فساد پھیلنے والے کبھی اللہ کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہوسکتے۔ فرمایا، اے لوگو! تم اللہ کی عظمت کا اس کی ذات اور صفات کا انکار کس طرح کر سکتے ہو؟ یعنی کبھی نہیں کر سکتے کہ تم تھے ہی نہیں اس نے تمہیں عدم سے پیدا فرمایا۔"44 معاملات اور معاشرتی زندگی کا ایک دوسرے کا بہت گہرا تعلق ہے "عبادات کے بعد درجہ معاملات کا ہے۔ فرمایا ایسے لوگ جو اپنے وعدوں کو پورا کریں۔ جن میں سرفہرست اللہ سے عہد ہے اللہ کے رسول ﷺ سے عہد ہے۔ یہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک مقدس عہد ہی تو ہے اس کے بعد کب زیب دیتا ہے کہ انسان ارشادات نبوی ﷺ کے مقابلے میں رسوم جاری کرے یا ان کو اہمیت دے اسی لئے بزرگوں کا قول ہے کہ دوستی کرنے سے پہلے دیکھ، کیا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وفادار ہے اگر نہیں تو اس پر بھروسہ نہ کر کہ وہ اس قابل ہی نہیں۔ چنانچہ اسی طرح درجہ بدرجہ معاملات میں درستی رکھتا ہے۔ اس کے بعد اخلاقیات، کہ سختی اور تنگی میں صبر کرتے ہیں۔ یہی ایک ایسا وصف ہے کہ مندرجہ بالا تمام امور میں معاون ہے کہ خود اس کی بناء اعتماد علی اللہ اور اعتماد علی الرسول ﷺ پر ہے کہ اللہ میرے حال سے مجھ سے بڑھ کر آگاہ ہے۔ اور میری ذات سے بھی زیادہ میرا بھلا چاہنے والا ہے اگر تنگی ہے تو یقیناً یہی میرے حق میں بہتر ہے بلکہ اگر سر کٹ رہے ہیں تو بھی استقلال اور پامردی کا مظاہرہ کرتا ہے کہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چاہا ہی ہو گا اور اللہ وہی چاہے گا جو میرے حق میں بہت ہی بہتر ہو گا۔ حجاج بن یوسف جب مرض الموت میں تھا تو اس کی والدہ رو رہی تھی کہنے لگا، "امی! کیوں روتی ہیں، لاکھوں آدمی میرے سامنے موت کے گھاٹ اترے آخر ایک روز مجھے بھی جانا ہی تھا اور وہ وقت آ گیا۔" کہنے لگی، "میرے رونے کا سبب یہ نہیں بلکہ اس بات پہ روتی ہوں کہ بعد موت تجھ سے کیا سلوک ہو گا؟" حجاج کہنے لگا، "امی! اگر میرا حساب اللہ آپ کو دے دے تو مجھے معاف کر دیں گی؟" کہا، "یقیناً"! کہنے لگا، "

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ اپنی مخلوق پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی والدہ اپنی اولاد پہ ہوا کرتی ہے"۔یہی بات کسی نے خواجہ حسن بصری (رح) سے کہی تو فرمایا:"یہ بات اس کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے صبر کا مدار بھی اللہ پہ یقین پر ہے اور جملہ طاعات کا مدار صبر پر ہے"۔جو ایسے ہیں اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات میں اولئک الذین صدقوا یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا۔یہ کھرے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔یعنی انہیں کو ایک خاص نسبت اللہ سے حال ہے جسے تقویٰ کہا جاتا ہے اور اگر یہ بات نہیں تو پھر مشرق کو منہ کیا یا مغرب کو، کیا حاصل۔"45

۴۔بد تہذیبی، بدامنی اور بد نظمی

آداب سے بے بہرہ معاشرت بد تہذیبی ہے۔اور عصر حاضر میں اسی بد تہذیبی کو جدید تہذیب کہہ دیا گیا ہے۔جتنا کوئی آداب سے عاری ہو گا اتنا وہ جدید تہذیب کا نمائندہ اور داعی کہلائے گے۔آج عالم انسانیت پھر سے بد تہذیبی کی لپیٹ میں ہے اور اس بد تہذیبی نے پوری معاشرتی زندگی کو بدامنی اور بد نظمی میں مبتلا کر رکھا ہے۔جب فرد انسانیت سے بے بہرہ زندگی گزارتا ہے تو اس کی انفرادی زندگی امن سے کوسوں دور ہو جاتی ہے اور وہ نظم وضبط سے بھرپور زندگی سے کتراتا ہے۔بین الاقوامی حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ ایک عام فرد سے لے کر حکمران طبقہ تک بدامنی اور بد نظمی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔جس کی وجہ سے نفسانفسی، خود غرضی، ارتکاز دولت، حرام خوری، مہنگائی، بے روزگاری، وسائل کی عدم دستیابی اور خانہ جنگی جیسے عفریت معاشرے میں گھیر اڈالے ہوئے ہیں۔اور انسانیت THE LONELY CROWD منظر پیش کر رہی ہے۔مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ دنیا پر رائج مختلف نظاموں کی حالت زار کا انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں پیش کرتے ہیں اور اسلامی نظام عدالت کو دور حاضر کی محرومیوں کا حل قرار دیتے ہیں۔"انصاف صرف اسلام کے پاس ہے ورنہ روئے زمین پر باطل مذاہب ہوں یا دور جدید کی نام نہاد تہذیب ہر طرف زبردست مارتا بھی ہے اور رونے بھی نہیں دیتا۔ہندومت میں اگر شودر، برہمن پر تھوکے تو اس کی زبان کھینچ لی جاتی ہے اور اگر برہمن شودر کو قتل بھی کر دے تو کوئی جرم نہیں ہے۔اسی طرح مغربی دنیا کے بنائے ہوئے جمہوری قوانین تو خود ہم پر بھی مسلط ہیں اور ان کی لائی ہوئی مصیبتیں یہاں پیش نظر ہیں۔کہ مقتول کے ورثاء کو اس کا دکھ بھول جاتا ہے اور مقدمے کی فکر، گواہوں کا اہتمام، وکیل کی فیس اور اس طرح دوسری مصیبتوں کی فکر لاحق ہو جاتی ہے سالوں مقدمہ چلتا ہے بے چارے کچہریوں میں ذلیل ہوتے ہیں اور پھر جج صاحب قاتل کو بری کر دیتے ہیں کہ اس طویل مدت میں گواہ ہی نہ رہے۔کوئی مر گیا، کوئی اندھا ہو گیا یا پھر رشوت لے کر چھوڑ دیا جاتا ہے اب اس کا اثر مقتول کے ورثاء پہ یہ ہے کہ وہ ایک کی بجائے معتد بہ بے گناہ افراد کو بھی شامل کرتے چلے جاتے ہیں کہ اگر چھوٹ بھی جائیں تو کم از کم ذلیل تو ہوں۔ان قوانین کو بنانے والے اسلام کے قانون قصاص پر طنز کرتے ہیں حالانکہ وہ سراسر امن اور ان کے قوانین سراسر فساد ہیں۔آج بھی اس کی زندہ مثال مغربی معاشرے اور سعودی عرب میں موازنہ کر کے دیکھی جاسکتی ہیں کہ امریکہ میں انسانی جان کی کیا قیمت ہے؟ لندن اور انگلینڈ میں کیا ہو رہا ہے اور وہ ظالم انگریز جو یہاں تو معمولی بات پر گولی چلوا دیتا اور کشتوں کے پشتے لگا دیتا تھا۔اپنے ملک میں ہزاروں بے گناہ ایشیائی باشندوں کے قتل پر سوچ رہا ہے کہ کیا قاتلوں پر ربڑ کی گولی بھی چلائے یا نہ اور دنیا بھر کی خبر دینے والا ادارہ بی بی سی بھی اس بات پر منقار زیر پر ہے۔اس کے مقابل سعودی عرب کو دیکھیں جہاں صرف حدود اسلامی کا نفاذ اور قصاص لیا جاتا ہے کوئی غریب ترین آدمی بھی کسی بڑے سے بڑے آدمی سے نہیں دبتا بلکہ اس کا اپنا حق ہے اور اس کا اپنا۔اور دنیا میں اگر کسی ملک کا امن مثالی ہے تو وہ ملک یہی ہے اگرچہ ان میں وہ دینداری نہیں مگر اسلامی قانون کی برکات عیاں ہیں۔فرمایا صاحب عقل اس بات کو جان سکتے ہیں کہ قصاص ہی میں زندگی ہے اور جس معاشرے میں ظالم کا ہاتھ نہ روکا جائے وہ معاشرہ تباہی کا منظر پیش کرتا ہے جس پر تاریخ عالم ہے۔یہی بات تمہیں قرب الٰہی بخشنے کا سبب اور

تمہارے وصف تقویٰ سے متصف ہونے کا ذریعہ بھی ہے یعنی قصاص ہر دو عالم کی بھلائی ہے اصلاح معاشرہ بھی اور آخرت کی سرخروئی بھی۔"46

۵۔ معاشی استحصال اور سود خوری

معاشی استحصال کی اصل بنیاد سود خوری ہے۔ دور حاضر کے معاشرتی مسائل میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کا شکار پوری انسانیت ہے۔ یہ واحد جرم ہے جسے اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جس میں معاشرہ ہار چکا ہے۔ اور اس کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ انسان بظاہر انسان لیکن روحانی طور پر ایک درندہ بن چکا ہے۔ اس کی روح مر چکی ہے، اخلاق تباہ ہو چکے ہیں۔ انسان ہے لیکن اس کی انسانیت مر چکی ہے۔ طاقت ور طاقت کے نشے میں چور اپنی طاقت کا وحشیانہ استعمال کر رہا ہے۔ انسانوں کے بے گناہ قتل کروا کر لطف اٹھا رہا ہے۔ اس سے زیادہ گراوٹ ایک معاشرے کے افراد میں کیا ہو سکتی ہے جہاں انسان تو ہیں لیکن انسانیت نہیں۔ سود قومی زندگی کا قاتل بن کر انسان اور اس کی انسانیت کا خون کر رہا ہے۔ اس لیے کہ انسان کی ساری زندگی کی بنیاد معیشت پر ہے اور معیشت متاثر ہو گی تو پورا معاشرہ متاثر ہو گا۔ معاش انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اور اسلام نے قیام صلوٰۃ کے بعد سب سے زیادہ زور اکل حلال پر دیا ہے۔ رزق اور انسانی کردار لازم و ملزوم ہیں۔ مشکوک رزق انسانی زندگی اور کردار کا داغدار کر دیتا ہے۔ رزق کمانے اور خرچ کرنے کے با قاعدہ احکامات کا عطا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خالق کائنات نے معاش کی پاکیزگی کو انسانی اعمال کی بنیادی کڑی قرار دیا ہے۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ نے اس حوالہ سے مدلل ابحاث پیش کی ہیں۔ تفسیر اسرار التنزیل میں ایک مقام پر لکھتے ہیں "وممارزقنھم ینفقون، ایمان باللہ اور حضور باری کے اس اثر کو دیکھو کہ جن چیزوں کا فرجان دیتے ہیں وہ ان چیزوں کو اللہ کے حکم پر نثار کرتا ہے اگرچہ انفاق کا ترجمہ ادائے زکوٰۃ اور صدقات کیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تو فرائض و واجبات کی ہی بات نہیں بلکہ عملی زندگی کے معاشی پہلو یہ بات ہو رہی ہے۔ یہ صرف معاشیات ہی ہیں جو انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں جو چوری چکاری، سود و رشوت کا سبب ہیں جن کی اصطلاح تمام مکاتب فکر کے ماہرین چاہتے ہیں بلکہ یہ ایک تمدن کا حصہ ہے اور قرآن کریم نے اس کی اصطلاح کا جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ ان سب سے الگ ہے یعنی وہ خرچ اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں ظاہر ہے جس شخص کو اللہ کے قانون کے مطابق خرچ کرنا ہو گا اسے غلط راستے سے کمانے کی کیا ضرورت ہے پھر یہاں تو بات سیدھی سی ہے کہ ممارزقنھم، یعنی اس رزق میں سے جو ہم انہیں دیتے ہیں کہ جب دینے والا اللہ ہے تو حصور زر کے لئے ناجائز ذرائع کی کیا ضرورت؟ ظاہر ہے کہ صرف انسانی نقطہ نظر کا فرق ہے ورنہ جب رزق اللہ کی طرف سے ہے تو یقیناً وہی ملے گا جو مقرر ہے چاہے چوری کرے، چاہے تو مزدور کرے اور پھر انسان کو تمام چیزیں اللہ کی طرف سے بطور رزق ہی ملی ہیں جسم و جان، عقل و خرد، قوت و طاقت علم و ہنر ہر کمال اللہ کی طرف سے ہے اور اس کا مصرف اللہ کی راہ میں اور اللہ کی رضا کے لئے ہے یہ صرف حکایت نہیں بلکہ تاریخ عالم اس مقدس معاشرے کی گواہ ہے جو اس طرز پر تعمیر ہوا اور جس کے آثار بھی باقی ہیں اور جو انشاء اللہ تا قیامت رہیں گے۔"47

مولانا رحمتہ اللہ علیہ اصلاح احوال کی بنیاد انسانی معاش کو قرار دیتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں صدقات واجبہ اور نافلہ کی اہمیت پر بھی بات کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اصلاح احوال کی بنیاد معاشیات پر ہے اگر دیکھا جائے تو تمام مذاہب باطلہ کا ماحصل دنیاوی خواہشات کی تکمیل کی آرزو ہے انسان مختلف امور میں ساری محنت حصول زر یہ کرتا ہے کہ تکمیل خواہشات کا بہت بڑا ذریعہ دولت ہی ہے اور یہیں سے اختلافات اور فسادات کی ابتداء ہوتی ہے لیکن اگر دولت کے خرچ کو

محدود کر دیا جائے تو ناجائز ذرائع سے حصول دولت کی ضرورت رہتی ہے نہ فائدہ۔ دنیا کی معاشی نظام صرف حصول زر کے قواعد سے بحث کرتے ہیں، مگر اسلام رزق کو اللہ کی طرف سے تسلیم کرتا ہے کہ انسان صرف محنت کرنے کا مکلف ہے رزق دینا اللہ کا اپنا کام ہے زیادہ عطا کرے یا کم۔ پھر رزق حاصل ہو جانے کے بعد اس کے مصارف متعین ہیں صدقات واجبہ، جن کا ادا کرنا واجب ہے اور نافلہ۔ نفس انسانی، دنیا کی لذات پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہے مگر اللہ اسے انفاق کی دعوت دیتا ہے۔ انفاق سے مراد اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا ہے خواہ وہ خرچ زکوٰۃ وصدقہ ہو یا بیوی بچوں کا خرچ ہو، جہاں بھی اللہ کی اطاعت میں خرچ ہو گا وہ انفاق فی سبیل اللہ میں شمار ہو گا تو ظاہر ہے کہ اس سے انسان کی دنیاوی ضروریات بھی پوری ہوں گی اور آخرت کا اجر بھی مرتب ہو گا جو ابدی راحت ہے اور جس کے حصول کے لئے دنیا میں انسان کو بھیجا گیا ہے تو جب نگاہ تعمیر آخرت پر ہو گی تو قبول حق میں کوئی شے مانع نہ ہو گی اور جو شخص آخرت کو چھوڑ کر اس عارضی اور فانی زندگی کی لذات پر قناعت کرلے تو ایسے کم ظرف سے بھلائی کی امید عبث۔"[48] اس حوالہ سے اپنی کتب و تفاسیر میں مزید بحث کرتے ہوئے بددیانتی، دھوکا دہی اور کسب حرام سے بچنے اور صدقات، کسب حلال توکل اور قناعت کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا رحمتہ اللہ علیہ معاشی مسائل کا حل اسلام نظام معیشت کو قرار دیتے ہیں۔ اور نام نہاد مغربی جمہوریت اور سوشلزم جیسے نظام ہائے سلطنت و معیشت کو دھوکا اور جبر واستبداد کی بھیانک شکل قرار دیتے ہیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف میں انحطاط تصوف اور عصر حاضر کے معاشرتی مسائل کی جہاں نشاندہی ملتی ہے وہاں ان کا خوب صورت حل بھی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرتے ہیں: درج بالا ابحاث کے علاوہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں معاشرتی مسائل کے حل کے لیے کچھ متفرق ابحاث درج ذیل ہیں معاشرتی اختلافات بالخصوص مذہبی اختلافات بھی عصر حاضر کے مسائل میں شامل ہیں۔ مولانا کے ہاں ان مسائل کا منفرد حل نظر آتا ہے۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں: "فرمایا کہ کفر بھی ملت واحدہ ہے یعنی دنیا میں صرف دو قومیں ہیں ایک مومن اور ایک کافر افسوس کہ آج دین سے دوری کے باعث مسلمان پھر سے مختلف قوموں اور لسانی وصوبائی طبقوں میں بٹ کر اخوتِ اسلامی سے محروم ہوئے اور کفار انہیں سازش کرکے آپس میں لڑا رہے ہیں خاندان تو غیر اختیاری ہے کہ آدمی مرضی سے رنگ ونسل نہیں بدل سکتا جبکہ قوم مرضی سے اختیار کر سکتا ہے کہ ایمان لا کر یا انکار کر کے قوم بدل سکتا ہے اور اللہ ہر ایک کے کردار کو دیکھ رہا ہے۔"[49] مذہبی اختلافات میں بنیادی کردار انداز تبلیغ و تحریر کا ہوتا ہے۔ اختلافات کی بنیاد انانیت اور تکبر سے ہوتی ہے اور یہیں سے تفرقہ بازی کی ابتدا ہوتی ہے۔ ایک مقام پر مولانا رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں "جب بات دین کی ہو اور اللہ ﷻ اور اس کے نبی ﷺ کے حوالے سے کی جائے تو اور زیادہ محتاط لب ولہجہ ضروری ہے، خواہ مخاطب بدکار اور بے دین ہی کیوں نہ ہو یہ بات بات پہ دوسروں کو کافر کہنا اور جہنمی بتانا کبھی بھی اچھی بات نہیں ہو سکتی اور نہ سخت کلامی سے مخاطب کی اصلاح کی امید کی جاسکتی ہے لہٰذا مبلغین کو خصوصاً احتیاط کرنا ہو گی۔"[50] تکبر کے نقصان سے آگاہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "تکبر اور خودستائی میں مبتلا ہونا تو بہت بڑی ہلاکت کا پیش خیمہ ہے کہ انسان کو دوعالم میں رسوا کر دیتا ہے اور فہم و فراست تک میں کجی آجاتی ہے برائی بھلی لگتی ہے۔ نیکی اور اچھائی طبیعت کو نہیں بھاتی یا باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھنے لگتا ھے۔"[51]

٦۔مادیت پرستی

اقوام عالم میں مادیت پرستی کا غلبہ عروج پہ ہے۔ نظام ہائے سلطنت میں دیکھا جائے تو عدالتی نظام میں طاقت ور کو غلبہ حاصل ہے۔ اسی طرح معاشی نظام میں سوشلزم اور کمیونزم نے ظلم واستحصال کے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ غریب غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔ بین الاقوامی طور پر ممالک معاشی لحاظ سے چند ممالک کے غلام محض نظر آتے ہیں۔ سیاسی نظام میں ایک عجیب افراتفری نظر آتی ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کا ٹکراؤ، ہمیشہ حالات کو دگرگوں کیے رکھتا ہے۔ تعلیمی نظام اس نہج پہ پہنچ چکا ہے

کہ علم صرف معلومات کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ علم کے ساتھ تربیت کا عنصر غائب ہو چکا ہے۔ اس مادیت پرستی نے گویا حالات کو مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور مسائل ہر آنے والے دن اپنے اضافہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مسلمان معاشروں میں بھی مادیت کے اس عفریت نے یوں شکنجا لگا رکھا ہے کہ عبادات کے نظام میں ہی دیکھا جائے تو تقریباً دو فیصد مسلمان نماز کے پابند ہیں اور معاشی حوالہ سے دیکھا جائے تو مسلمانوں میں اٹھانوے فیصد لوگ سودی معیشت کے ذریعے اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ یعنی حرام و حلال کی تمیز تک عنقا ہو چکی ہے۔ حقوق و فرائض کی تقسیم کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حقوق و فرائض کی وہ خوبصورت تقسیم جو اسلام نے عطا کی۔ مثلاً کسی کی گردن غلامی کے بوجھ سے آزاد کرانا۔ آزادی دلانا سب سے اعلیٰ نیکی ہے۔ جیسے آج کل اللہ کے ایماندار بندے کافرانہ نظام کی قید میں ہیں اس باطل نظام سے چھٹکارا دلانا عظیم نیکی ہے اسی طرح بھوکے نڈھال اور مجبور لوگوں کو ان کا حق دلانا ان کے روزی کے وسائل ان تک پہنچانے کا اہتمام کرنا اور یتیم و بے کس عزیز و اقارب کی نگہداشت کے ساتھ اللہ کی ساری کمزور اور بے بس مخلوق کے حقوق ان تک پہنچانے کا کام کرنا گو پہلا کام باطل نظام سے لوگوں کی رہائی کہ اس کے بغیر آپ ان کے حقوق دلانے کا کام نہیں کر سکتے اور دوسرا کام ہر مستحق کا حق اس تک بلا روک ٹوک پہنچانا خواہ وہ غریب، یتیم، بے کس اور بے بس ہی کیوں نہ ہوں یہی دو کام سارا اسلام ہیں۔''52 معاشرتی زندگی میں عدل کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں ''اپنے اور دوسرے لوگوں کے درمیان عدل یہ ہے کہ سب کے حقوق ادا کرے اور اپنا حق تو حاصل کرے مگر زیادہ کا مطالبہ نہ کرے، ایسے ہی معاملات یا جھگڑوں میں ناروا رعایت یا طرفداری نہ کرے۔ غرض عقیدہ، عمل اور اخلاقیات سب میں عدل مطلوب ہے۔''53 اور عدل کے حوالے سے شرعی قانون شہادت اور فرائض کے حوالے سے عصر حاضر کے انسانی رویوں کو جہالت اور دین سے دوری قرار دیتے ہیں۔ ''آج کل ہمارے ہاں اس بات کا بہت چرچا ہے شرعی قانون شہادت میں بالکل اسی طرح سفارش کی گئی جس طرح اللہ کا ارشاد ہے اس پر ملک بھر میں عورتوں کے ایک خاص طبقہ نے بڑا شور مچایا، یہاں تک کہ جلوس نکلے لاٹھی چارج ہوئے اور ابھی شورش ختم نہیں ہوئی حیرت ہے کہ عورت اس بات پہ جلوس کیوں نہیں نکالتی کہ اسے عورت کیوں بنایا گیا ہے غالباً مردانہ شکل بنا کر، بال ترشوا کر بازاروں میں گھومنے والی عورتیں اس بات پہ مجسم احتجاج ہیں۔ ان کے مقابلے میں مردوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو اپنے مرد بنائے جانے سے بیزار، سرخی پاؤڈر لگا کر زنانہ لباس پہن کر بازاروں میں کھڑے صنعت باری پہ احتجاج کناں نظر آتے ہیں۔ یہ سب باتیں اللہ سے ناآشنائی، خالق کی عظمت سے جہالت اور دین سے دوری کا ثبوت ہیں۔''54 ''آج کے دور میں لوگوں نے اسلام کا دعویٰ کر کے اس رسم کو اپنا رکھا ہے کہ عملی زندگی میں فرائض چھوڑ دیے سود لے کر کھاتے ہیں اور کبھی کوئی دیگ پکا دی یا سال بعد نام نہاد پیروں کو نذرانہ دے دیا یا کسی مزار پر چڑھاوا چڑھا کر فارغ ہو گئے اور یوں سمجھا کہ اب مجھے کسی بات کی فکر نہیں۔''55

٦۔ جہالت

معاشرتی مسائل کا بنیادی سبب جہالت ہے اس لیے اسلام نے حصول علم کو فرض قرار دیا ہے اور وحی الٰہی کی ابتداہی اقراء سے فرما کر خالق کائنات نے اپنی پسند اور بنیادی انسانی ضرورت سے آگاہی فراہم کر دی۔ مفسرین کرام اور مشائخ عظام کے ہاں علم اور حصول علم کی طویل اور مدلل ابحاث ملتی ہیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان کی تصانیف بالخصوص آپ کی تفاسیر میں ایسی ابحاث موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرتی حالات کی گراوٹ میں اصل کردار جہات کا ہے اور اس کا حل صرف اور صرف علم ہے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ، علم سے دوری کو بے عقلی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہی سب سے بڑی بے توفی ہے کہ یہ اپنی عقل کو رہنما بناتے ہیں حالانکہ منصب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اور حقیقی عقلمند وہی ہے۔ جس نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد

کے مقابلے میں اپنی عقل کو لاشے جانا اور عقلمندی اتباع میں سمجھی کہ اختلاف حقیقتاً بے عقلی ہے ان سے اختلاف رکھنے والے خواہ عقائد میں ہوں یا اعمال میں بے عقل ہیں اور بے علم بھی ہیں کہ علم نام ہے حق کو جاننے کو ایسے علوم جو حق سے آگاہ نہ کر سکیں حقیقتاً بے عقلی ہے ان سے اختلاف رکھنے والے خواہ عقائد میں ہوں یا اعمال میں بے عقل ہیں اور بے علم بھی ہیں کہ علم نام ہے حق کو جاننے کا ایسے علوم جو حق سے آگاہ نہ کر سکیں حقیقتاً جہالت کا درجہ رکھتے ہیں۔"56 علوم کی مادی اور روحانی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں اور اس حوالے سے دل اور دماغ کی اہمیت پر بھی بحث کرتے ہیں" یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ انسان جس قدر علوم حاصل کرتا ہے ان کا خزانہ تو دماغ ہے پھر یہ نزول علم دل پر کیسا؟ تو یہ جان لینا چاہیے کہ علم کی اقسام وہ ہیں مادی اور روحانی علوم مادیہ یا مادی کمالات کو سیکھنا، محفوظ رکھنا اور ان کو عمل میں لانا دماغ کا کام ہے۔ جسم مادی ہے اس کی ضروریات مادی ہیں، دماغ بھی ایک مادی جسم ہے جس کا کام جسم کی ضروریات کو جاننا اور ان کی تکمیل کی راہیں تلاش کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ مادی کمالات کے لئے ایمان ضروری نہیں، کافر بھی ڈاکٹر، سائنسدان، انجینئر وغیرہ بن سکتا ہے۔ دوسرا علم روحانی ہے روح کا تعلق عالم امر سے ہے وہاں کے علوم جاننا دماغ کے بس کی بات نہیں بلکہ دل کا کام ہے۔ وہ دل جو اس گوشت کے لوتھڑے میں اللہ نے رکھ دیا ہے جو حقیقتاً عالم امر ہی کا ایک لطیفہ ہے اللہ کی ذاتی عظمت کا شعور اس کی صفات کا ادراک آسمان سے بالا کی باتیں، ارواح ، برزخ، آخرت، موت یا بعد الموت، حشر ونشر، ثواب وعذاب، جنت، دوزخ یہ سب وہ حقائق ہیں جن کو روحانی علوم کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے جن کا مہبط دل ہے۔ اگر دماغ میں صلاحیت ہوتی تو ساری کائنات میں سب سے افضل دماغ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے آپ ﷺ کے دماغ کو خطاب فرمایا جاتا یا ان علوم کی تعلیم دی جاتی گر نہیں، یہاں بسط سی قلب اطہر ہے۔ لہٰذا اس علم سے مستفید ہونے کے لئے روزن دل وا کرنا ہو گا تو فرمایا فرشتہ اللہ کا ذاتی کلام لایا جو براہ راست قلب اطہر نازل ہوا یہ بھی کلام کی عظمت کا انکار ہے کہ دماغ کی رسائی ہی سے بالاتر ہے بلکہ خود دماغ کی اصلاح کرنے والا ہے۔ یہ کہ کسی کا دماغ اس کی اصلاح کرنے لگ جائے۔"57

۷۔ دین فروشی

اپنے ذاتی مفاد اور جھوٹی شہرت کے حصول کے لیے قرآن وسنت کی غلط ترجمانی اور غلط تعبیرات پیش کرنا دین فروشی ہے۔ دین انسان کی فطری ضرورت ہے۔ دین سے وابسطہ معاشرہ ہی ایک پر امن معاشرہ ہوتا ہے۔ لیکن اس میں بگاڑ تب شروع ہوتا ہے جب حاملین دین اور علماء کے کردار میں بگاڑ آجاتا ہے۔ عصر حاضر کے معاشرتی مسائل کی ایک وجہ دین فروشی بھی ہے۔ وہ طبقہ جو معاشرے کی اصلاح کا ذمہ دار ہے جب اس میں بگاڑ آتا ہے تو پوری معاشرتی زندگی بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہے۔ من حیث القوم نظام اسلام کے نفاذ میں بنیادی رکاوٹ یہی دین فروشی ہے۔ مسند دین پر اکثریت دین فروشوں کی قابض ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ فرقہ بندی اور مسلک پرستی کا شکار ہے۔ روٹی کے چند ٹکڑوں پر بک جانے والے نان نہاد دینی اپروچ رکھنے والے لوگ بھی معاشرتی بگاڑ اور انتشار کی ایک بہت بڑی وجہ ہیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کا محور اسلامی تصوف ہے۔ تصوف کی تعلیمات کی روشنی میں عصری مسائل کا سبب اور پھر اس کا حل پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں عصر حاضر کی محرومی کا اصل مسئلہ اور ایک مسلمان کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں" میری ناقص رائے میں، میں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگوں کی رائے کیا ہے، جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں میری ناقص رائے میں امتِ مرحومہ کا سب سے مہلک مرض ہی یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں طلب کی وہ لذت رہی ہے نہ اس لذت کی خواہش رہی ہے اور نہ صدیوں سے ہم اس لذت سے آشنا ہی ہوئے۔ ہمارے پاس قرآن بھی ہے، حدیث بھی ہے، نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں، اسلام زندہ باد کا نعرہ بھی کہنے میں ہم بڑے تگڑے ہیں لیکن کافر کا دیا کھاتے ہیں، اس کے گُن گاتے ہیں، اس کے پیچھے چلتے ہیں، ہم سب سے

بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ خود ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہو امریکہ سے پیسہ آئے گا کھالیں گے، برطانیہ والے مدد دیں گے ہم کھالیں گے، روس سے خیرات مل جائیگی کھالینگے اور کافر ہمیں کتوں کی طرح لڑا رہے ہیں۔ جس طرح کتوں کے درمیان، بندروں کے درمیان، جانوروں کے درمیان، کھانے کی کوئی چیز پھینک کر کوئی تماشہ دیکھے اور وہ ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں، ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں۔ دنیا طلبی اور اس دنیا کے پیچھے بھاگنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہیں۔ وہ اس لئے دنیا طلبی کیوں آئی قرآن حکیم نے اسی آیت مبارکہ میں اس کا ذکر فرمایا: وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ یا کافروں پہ وائے ہے، دکھ ہے، افسوس ہے، کافروں پر بہت شدت سے عذاب ہوگا۔ کیوں! الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ جب وہ اس نور سے، اس لذت سے، اس لطف سے محروم ہوئے تو آخرت کی لذتوں سے محروم ہوگئے، آخرت کی آشنائی سے محروم ہوگئے کیونکہ ان کے پاس صرف دنیا کی لذت رہ گئی اور ان کی ساری کوششیں دنیا طلبی میں ہی لگ گئیں۔ حلال و حرام، جائز و ناجائز، نیک و بد کی تمیز اٹھ گئی، دنیا چاہیے جہاں سے مل جائے۔ آپ اپنی اکثریت کا اندازہ لگالیجئے کیا آج ہم نیک و بد، حلال و حرام، جائز و ناجائز کی تمیز ہے۔ ہر آدمی صرف اور صرف دولت سمیٹنا چاہتا ہے خواہ وہ اسے فرعون کے پاس سے ملے، یا اسے قارون کے خزانے سے ملے، وہ سے دوسرے کو ذبح کرکے ملتی ہو، وہ اسے رشوت لے کر ملتی ہو۔ جان بلب مریض تڑپ رہا ہوتا ہے اور ڈاکٹر ہاتھ نہیں لگاتا کہ تم مجھے اتنے پیسے دوگے تو دوائی لاؤنگا۔ آدمی مر رہا ہوتا ہے اور ہم اسکے منہ میں پانی کا قطرہ ڈالنے کی بجائے اس کی جیب پر نگاہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی جان نکل جائے تو کوئی اور نہ آجائے میں ہی پہلے اس کی جیب کی تلاشی کرلوں۔ یہ طلبِ دنیا تب آتی ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم کے ارشاد کے مطابق جب وہ نور جو ذاتِ نبوی ﷺ سے تقسیم ہونا تھا اس سے جب کوئی محروم ہوتا ہے تو یاد رکھیں، تصوف میں مشاہدات یا مکاشفات یہ ضروری نہیں ہیں۔ ذکر کرنے سے جب دل میں لطافت آتی ہے تو انوارات کا نظر آجانا یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے، کسی مقام کا، منزل کا نظر آنا عجیب بات نہیں ہے، لیکن تصوف کا اصل مقصود وہ لذت، وہ شیرینی، کلام الٰہی کے نور کو چکھنے کی طاقت جو اس کا شیدائی بنادے، جو اس کی اطاعت پر مجبور کردے اور جو دیوانہ کردے کہ ایک ایک حکم کے پیچھے آدمی بھاگ رہا ہو اور ہر حکم کی تعمیل میں اسے نئی لذت نصیب ہوگی۔ ارے مفت میں کوئی بھاگتا ہے، بے لطفی میں کوئی جان دیتا ہے۔ وہ ایک لذت ہے، وہ ایک لطف ہے، جسے اللہ کریم نور کہا ہے: لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ جو اس سے محروم ہے۔ اس کی کیفیت کا نام ظلمت اور تاریکی ہے۔ جسے وہ لطف اور لذت نصیب ہوتی ہے اس کا نام نور ہے۔" 58

۸۔ خاندانی نظام کا بگاڑ

خاندانی نظام ہی ایک معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے۔ معاشرے کی خوب صورتی خاندانی نظام کی خوب صورتی سے وابسطہ ہے۔ ایک خاندان رشتوں کے امتزاج کا نام ہوتا ہے۔ عصر حاضر کے معاشرتی بگاڑ کی ایک وجہ خاندانی نظام کی تباہی بھی ہے۔ ایک خاندان جس کی ابتداء میاں بیوی کے حسین تعلق سے ہوتی ہے اور انتہا ماں اور باپ کے عظیم رشتوں پر ہوتی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں خاندانی نظام کی حالت اتنی دگرگوں ہے۔ کہ طلاق کی مجموعی شرح بڑھتی جارہی ہے اور خاندان کے خاندان دشمنیوں کی بھینٹ چڑھتے جارہے ہیں۔ اسی طرح عصر حاضر میں والدین اور اولاد کے تعلق کی حالت انتہائی پریشان کن ہے۔ ایک گھر میں ہوتے ہوئے اولاد اپنے والدین سے انتہائی دوری کا شکار نظر آتی ہے اور اکثر والدین بھی اولاد سے نالاں نظر آتے ہیں۔ گویا عدم برداشت، تربیت کا فقدان اور جہالت نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اسی طرح عزت و آبرو اور شفقت و احترام کے لازوال رشتے بھی ختم ہوتے نظر آتے ہیں۔ خاندانی نظام کسی بھی معاشرے کی اکائی ہوتا ہے۔ ایک خوب صورت خاندان ایک خوب صورت معاشرے کی تشکیل کے لیے بنیادی کڑی ہے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بھرپور زندگی گزاری۔ آپ

نے قرآن وسنت کی روشنی میں دور حاضر کے خاندانی نظام کے بگاڑ کو ختم کرنے کے لیے اپنی تصانیف اور بیانات میں آراء پیش کی ہیں۔ چند آراء پیش کی جاتی ہیں۔ ایک خاندان کی ابتدا میاں اور بیوی کے تعلق سے ہوتی ہے، اسی لیے قرآن وسنت میں نکاح و طلاق اور ایک بھرپور زندگی کے سارے احکامات موجود ہیں۔ ظاہر ہے بنیادوں کی کمزوری مضبوط عمارتوں کے قیام میں معاون ثابت نہیں ہو سکتی۔ میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ سے خاندانی نظام تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے اور دور حاضر اس حوالے سے کئی مسائل سے دوچار ہے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ میاں اور بیوی کے رشتے کے تقدس اور ایک خوبصورت اور مثالی معاشرہ کے لیے بیان کرتے ہیں۔ "معاہدہ نکاح ایک مقدس عہد جسے کے ذریعے مرد اور عورت مل کر ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ نسل انسانی کی بقاء کا مقدس کام کرتے ہیں۔ اب اس لئے ان کی آپس میں محبت، تعاون اور ایک دوسرے کی خیر خواہی ایک دوسرے پر ضروری ہے تا کہ وہ دنیا کو اچھے انسان دیں معاشرے کو صالح افراد دیں۔ ایک ایسی نسل پیدا کریں اور اس کی اس طرح پرورش کریں اور اللہ کے پسندیدہ بندے ثابت ہوں۔ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس۔ یہ لباس ہی زینت کا سبب بھی ہے اور گرمی سردی سے بچانے کا سبب بھی۔ یہ جسمانی عیوب بھی چھپاتا ہے اور انسان کا پردہ بھی رکھتا ہے اسی طرح تم باہم دگر ایک دوسرے کا بھرم رکھو، عزت مال اور جان کی حفاظت کرو، ایک دوسرے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرو، اللہ نے تمہاری مشکل آسان فرمادی۔ نیز جو اب تک تم خطا کر چکے معاف فرمادیا ہے۔"59 مولانا رحمتہ اللہ علیہ مرد و عورت کے حقوق اور ان کے مقام کی قرآن وسنت کے حوالہ سے راہنمائی فرماتے ہیں: "معاشرہ ایک مرد اور عورت سے شروع ہو کر خاندان، قبائل اور ملک کی صورت اختیار کرتا ہے۔ حسن معاشرت کے لئے دین برحق نے معاشرے کی بنیاد ہی سے اصلاح کا کام بھی شروع فرمایا ہے۔ مرد اور عورت دونوں کے صحیح مقام کا تعین کیا ہے۔ دونوں کے حقوق و فرائض متعین فرمادیئے ہیں اور مساوات اس شے کو قرار دیا ہے کہ ہر کوئی اپنی جگہ اپنا فرض بھی ادا کرے اور اپنا حق بھی پالے۔ رہا معاملہ آخرت کا، تو اس کا مدار تقویٰ پر ہے۔ ایسی عورتیں بھی یقیناً ہوں گی جو آخرت میں لاکھوں مردوں پر فضیلت رکھتی ہوں گی۔ قبل از اسلام عورت کو ایک گھریلو استعمال کی شے سمجھا جاتا تھا اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور وہ مرنے والے کے مال کے ساتھ وراثت میں تقسیم ہوا کرتی تھی اور یورپ میں تو عورت کو انسان تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ جبکہ ہندوستان میں مرنے والے کے ساتھ بیوی کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ 586ء میں بڑی ردوکد کے بعد فرانس میں یہ طے ہوا کہ عورت انسان تو ہے مگر یہ صرف مرد کی خادم ہے اور بس۔ تب یہ تھا اور اب یہ ہے کہ عورت کو مرد پر مسلط کرنے کے جتن ہو رہے ہیں اور مساوات کے نام پر عدم مساوات کے لئے تحریکیں چلائی جارہی ہیں اور ایک بے لگام آزادی دے کر پورے معاشرے کو تباہی کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ یہ صرف اسلام ہے جس نے عورت کی عظمت بحیثیت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے تسلیم کروائی۔ جہاں اس کے فرائض متعین ہیں وہاں پہلے اس کے حقوق کی بات کی اور تعمیر معاشرت میں اس کا بھرپور کردار رکھا اسے وراثت میں حصہ دار قرار دیا اسے اختیار بخشا کہ بالغ عورت کو کسی سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ منظور نہ کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اسی طرح شوہر کی وفات یا طلاق دینے کی صورت میں وہ خود مختار ہے اس پر جبر کرنا درست نہیں۔ نیز شوہر کے لئے عورت کو راضی رکھنا اور اس پر خرچ کرنا عبادت قرار دیا۔ اگر شوہر حقوق واجبہ ادا نہ کرے تو عورت کو حق دیا کہ اسے اسلامی عدالت کے ذریعہ ادائے حقوق پر ورنہ طلاق پر مجبور کرے۔ جہاں اس طرح حقوق دیئے وہاں عورت کو بے مہار نہیں چھوڑا۔ اسے مردوں کی نگرانی سے آزاد نہیں چھوڑا کہ بجائے خاندان کی تعمیر کے اور اولاد کی تربیت جیسے عظیم الشان کام کے وہ اپنے گزارے اور معاش کے لئے دفتروں میں دھکے کھائے اور ایک کھلونے کی حیثیت سے لوگ اس سے آنکھیں سینکیں۔ یہ بھی اس کی حق تلفی اور بربادی ہے۔ نہ صرف عورت کی بربادی بلکہ پورے معاشرے کی تباہی کا باعث ہے۔ اللہ نے سب کے حقوق مقرر فرما کر انہیں احسن طریقے سے ادا

کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور مرد کی فضیلت ارشاد فرما کر گویا اشارہ فرمادیا ہے کہ عورت مرد سے کمزور ہے۔ اگر اس سے کوتاہی بھی ہو تو مرد برداشت کرنا اور اصلاح کی صورت پیدا کرنا ہے نیز سارا ل فساد اس وقت شروع ہوتا ہے جب لوگ حقوق تو مانگتے ہیں فرائض ادا نہیں کرتے۔ تو حسن معاشرت یہ ہے کہ دوسرے کا حق ادا کرے اور اپنے مطالبات میں عالی ہمتی سے کام لے۔ یہ اصول گھر سے لے کر حکومت تک موثر ہے۔ اور قیام امن کا ضامن۔" 60 میاں بیوی سے آگے بڑھتے ہوئے والدین کے حوالے سے قرآن سنت میں بے شمار احکامات اور مسائل موجود ہیں۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں "اعمال و اخلاق میں سب سے مقدم والدین کے ساتھ لطف و محبت اور اکرام سے پیش آنا ہے کہ ماں نے اسے پیٹ میں رکھ کر بہت دکھ جھیلے پھر دو سال اپنے سینے سے دودھ پلایا اور دونوں کا بوجھ باپ نے برداشت کیا لہٰذا والدین کا بہت بڑا حق ہے۔" 61 قرآن، بیوی بچوں سے درگزر کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے: "اے ایمان والو! یہ بیوی بچے بھی اللہ کی نافرمانی کرانے میں سبب بن کر دشمن ہو جاتے ہیں جبکہ ان کی خاطر ناجائز ذرائع سے انسان کمانے لگے یا جہاد پر جانے میں رکاوٹ بن جائیں تو اس بارے میں سخت محتاط رہو یہ نہیں کہ ان پر سختی شروع کر دو بلکہ درگزر سے کام لو، علماء نے یہاں سے اخذ فرمایا ہے کہ بیوی بچوں سے پیار و محبت اور درگزر سے کام لے اس میں اصلاح کی زیادہ امید ہے بہ نسبت سختی اور مار پیٹ کے۔ لہٰذا انہیں معاف کر دیا کرو اللہ خود بھی معاف فرمانے والا ہے اور رحم کرنے والے ہیں۔" 62 ایک اور جگہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: "حقوق اللہ میں سب سے مقدم توحید ہے کہ جس نے توحیدِ باری کو ہی کھو دیا اور عقیدہ درست نہ رکھا وہ بھلا اور کیا اطاعت کر سکے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلا والدین کا ہے کہ تیرے پروردگار نے یہ طے فرمادیا کہ اس کی ذات کے علاوہ کسی کی عبادت مت کر اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔" 63 "جس طرح کتاب اللہ میں والدین سے حسن سلوک کا حکم ہے اسی طرح حدیث شریف میں اس کے بے پناہ فضائل ارشاد ہوئے ہیں۔ بلکہ یہاں تک ارشاد ہے کہ والدین تیری جنت یا دوزخ ہیں یعنی ان کی اطاعت میں جنت اور بے ادبی میں دوزخ ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ سب گناہوں کی سزا موخر ہو سکتی ہے مگر والدین کی حق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے۔" 64 "اللہ کی نافرمانی میں والدین کی اطاعت نہ ہو گی" یہ بات متفق علیہ ہے کہ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" 65 کہ والدین کی اطاعت بھی صرف جائز امور میں ہو گی۔ گناہ یا اللہ کی نافرمانی میں جائز نہ ہو گی۔" 66 'والدین سے حسن سلوک کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں' 'والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو بھی ان کی خدمت کرنا فرض ہے۔ حتیٰ کہ ان کی ہدایت کے لیے یا دنیا کی بہتری کے لیے دعا بھی کی جانی چاہئے اور اگر والدین اجازت نہ دیں تو جو کام فرض عین نہ ہو اس کا کرنا درست نہ ہو گا جیسے جہاد اگر فرضِ عین نہ ہو فرضِ کفایہ ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔" 67 علم دین اور تبلیغ کی ذمہ داریوں اور خاندانی زندگی کے فرائض کی اہمیت بیان کرتے ہیں: "اگر بقدر فرض علمِ دین حاصل ہو تو عالم بننے کے لیے یا دین کی تبلیغ کے لیے والدین کی اجازت کے بغیر سفر جائز نہ ہو گا یہی حال ان لوگوں کا ہے جو ازواج یا اولاد کی ذمہ داری ادھوری چھوڑ کر جو ان کا حق ہے تبلیغ کا بہانہ کرتے ہیں اور سفر کے لیے نکل جاتے ہیں۔" 68 خوب صورت خاندانی زندگی کے لیے مولانا رحمتہ اللہ مزید مشورہ دیتے ہیں "والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے احباب سے اچھا معاملہ بھی کرے جیسا کہ ان کی حیات میں کرنا ضروری ہے بلکہ یہاں تک ہے کہ آپ ﷺ تو اپنی محبوبہ بیوی حضرت خدیجہ (رض) کی وفات کے بعد بھی ان کی سہیلیوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے: "والدین اولاد کا مال اس کی اجازت کے بغیر بھی لے سکتے ہیں کہ وہ انہی کا ہے۔ جیسے ایک شخص کے والد کی شکایت پر کہ اس نے میرا مال لے لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا "انت ومالک لابیک" کہ تو اور تیرا مال بھی سب باپ ہی کا ہے۔" 69 "تو فرمایا وہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر بوڑھے ہو جائیں تو انہیں بوجھ نہ سمجھ اور نہ ہی ان کی خدمت میں کوتاہی کر۔ نہ لہجہ سخت اختیار کر بلکہ اف تک مت کر اور انہیں سخت الفاظ مت کہہ بلکہ ہمیشہ لطف و محبت سے بات کیا کرو۔ بلکہ

ان کی خدمت کے لیے ہر آن خود کو تیار رکھو۔"70" اور محبت و شفقت سے ان کی خدمت میں جُھکے جُھکے رہو۔ اور ان کا حق بنتا ہے کہ ان کے لیے دُعا بھی کیا کرو کہ اے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے میرے بچپن میں آرام پہنچایا تو انہیں بڑھاپے اور کمزوری میں اپنی رحمت سے نواز۔ اللہ کریم تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اگر دانستہ یا غلطی سے کوئی گستاخی سرزد ہو بھی گئی، مگر دلی طور پر ایسا کرنا نہ چاہتا ہو تو اللہ کریم خوب جانتے ہیں۔ ارادہ نیک رکھو تو کوتاہی معاف کر دیتا ہے۔"71" حقوق اللہ کے بعد روئے زمین پر سب سے مقدم حق والدین کا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے والدین کو ہی اولاد کے وجود کا سبب بنایا ہے اور انہی کے ذریعہ سے انسان کی پرورش اور تربیت کا اہتمام کیا ہے اگر کوئی محروم القسمت اللہ ہی کے حق کی پرواہ نہیں کرتا تو دوسروں کو اس سے کیا امید ہو سکتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نصیب ہے تو پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو یہاں والدین کے حقوق کی بات نہیں فرمائی بلکہ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے مراد ہے کہ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا جائے اور خلوصِ دل سے حسب ہمت خدمت کی جائے۔"72

۹۔ فکری، عملی و اخلاقی گراوٹ اور دہشت گردی

آج کا دور فکری، عملی اور اخلاقی لحاظ سے بہت بڑی گراوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ دین کو قدامت پسندی کا طعنہ دینا فکری گراوٹ کی انتہا نہیں تو کیا ہے۔ عملی لحاظ سے حالت کی دگرگونی دیکھیے کہ ہم مسلمان نہیں پاکستانی، افغانی اور ایرانی نظر آتے ہیں۔ آج کا معاشرہ ملکوں میں تقسیم ہو چکا، علاقوں میں تقسیم ہو چکا اور اس سے بڑھ کر ہماری پہچان دین نہیں قومیں بن گئیں۔ اخلاقی لحاظ سے معاشروں کی حالت یہ کہ کہ دین کی جگہ رسومات و بدعات کی پاسداری نے لے رکھی ہے۔ اور فحاشی و عریانی اور ظلم و استحصال عام ہے جس کی سزا پوری انسانیت دہشت گردی کے روپ میں بھگت رہی ہے۔ گھر تو گھر، مسجدیں اور عبادت گاہیں تک محفوظ نہیں ہیں۔ افراد کی فکری، عملی اور اخلاقی گراوٹ نے معاشرتی امن کو اس طرح تباہ کر دیا ہے کہ قاتل نہیں جانتا کہ وہ ایک فرد کو کیوں قتل کر رہا ہے اور مقتول کو یہ معلوم نہیں کہ اس کا قاتل کون ہے۔ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ ایک مسلمان کی ذمہ داری یوں بیان کرتے ہیں: "اس قندیل میں کوئی کمی ہے یا ہم میں کوئی کمی ہے۔ ارے بھائی! کسی کے پاس چراغ ہو لیکن اسے جلایا نہ ہو۔ کیا صرف چراغ سے راستہ دیکھ لے گا۔ چراغ جلتا ہوا چاہیے اس میں تیل بھی چاہیے اس میں بتی بھی چاہیے۔ ارشاداتِ نبوی ﷺ چراغ ہیں لیکن ان کا تیل تیرا اور میرا خون ہے۔ ان کی بتی تیرا اور میرا دل ہے۔ یہ جلے گا، یہ روشن ہو گا، اس میں آگ بھڑکے گی تو ظلمت ہٹنا شروع ہو جائے گی۔ آپ کو ظلمت اور اندھیرے کو دھکیلنا نہیں پڑے گا وہ خود بخود بھاگنا شروع کر دے گی، روشنی پھیلنا شروع ہو جائے گی اگر اس میں آپ تیل بھی نہیں ڈالتے اسے اپنے جگر کا خون بھی نہیں پلاتے، اپنی جان بھی بچاتے ہیں، اسے جلانا بھی نہیں چاہتے، تو خالی چراغ کو سر پر اٹھائے رکھو راستہ تو نظر نہیں آئے گا۔ جواب طلبی یہ ہو گی کہ تو نے چراغ کیوں نہ جلایا تا کہ دنیا سے ظلمتیں اٹھ جاتیں اور نور پھیل جاتا۔ جواب دینا پڑے گا کہ یورپ کے ساحلوں پر حضرت آدم اور حضرت حوا علیہم السلام کی اولاد ننگی کیوں پھرتی تھی؟ اگر تو یہ چراغ جلاتا، اگر تیرا خون جگر جلتا، اگر تیرا دردِ دل اسے آگ لگاتا تو حضرت حوا علیہم السلام کی بیٹیاں بازاروں کی زینت کیوں بنتیں؟ تیری بیٹیاں، کلمہ گو کی بیٹیاں، مسلمان کی بیٹیاں، گھنگرو باندھ کر کیوں ناچتیں؟ یہ سارا دن جو ہم ٹیلی وژن دیکھتے ہیں اس پر امریکہ کی بیٹیاں تو نہیں ناچتیں میرا اپنا ایمان یہ ہے کہ جو امریکہ یا یورپ یا دنیا کے غیر اسلامی ملکوں میں بے حیائی ہو رہی ہے ہم اس کے بھی ذمہ دار ہیں، وہ بھی ہمارا قصور ہے۔ ارے جس کے پاس اندھیرے ہٹانے کا چراغ ہے گنہگار تو وہ ہے، چراغ ہمارے پاس ہے ان کے پاس تو ظلمت ہے۔"73 اسی طرح خوف خدا اور عبادات کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ "حقوق العباد کی حفاظت کے لئے خوف خدا ضروری ہے اور خوف خدا اس میں کہاں جو حقوق اللہ ہی ادا نہیں کرتا اللہ کریم سے اپنا تعلق استوار کرنے کے لئے تمام نمازوں کی حفاظت

کرو یعنی پوری کوشش سے ادا کرو۔"74 مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ ایک صوفی شیخ تھے۔اس لیے بالخصوص تصوف سے منسلک فرد کی ذمہ داری بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:"یہ یاد رکھیں برکاتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تقاضا یہ ہے کہ جن دو آدمیوں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی برکات آتی ہیں ان کے درمیان محبت آجاتی ہے۔یہ کمالاتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہے۔اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ جیسے اللہ نے فرمایا* اِذۡ کُنۡ ۡتُمۡ ۡاَعۡ ۡدَآءً* لوگو!تمہارے سب کے دلوں میں دشمنیاں بھری تھی* فَاَلَّفَ بَیۡ ۡنَ قُلُوۡ ۡبِکُمۡ ۡ* میرے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دشمنیوں کو نکال کر تمہارے دلوں میں الفتیں بھر دیں۔ بھی تو اگر آپس میں محبت نہیں آئے گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا پرتو نہیں آرہا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جمالِ جہاں آرا کی کرنیں نہیں آرہیں اور اگر آئیں گی تو یقیناً محبت سے لبریز آئیں گی۔ تو ان سب باتوں کا جائزہ لیتے رہا کریں۔۔۔۔چونکہ بڑے خاندان بچھڑیں گے، بڑی دوستیاں ٹوٹیں گی، بڑے رشتے منقطع ہونگے، کوئی کسی سمت جائے گا، کوئی کسی سمت جائے گا۔ لیکن اللہ کے بندوں کے لیے جنت کی لازوال نعمتیں ہونگی۔ ہر جنتی نے دینداری کے لئے اپنی کوشش کی ہو گی اور خود اس کا عمل ساتھ ہو گا۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر میں خاندانوں کو نہیں بکھیرو گا۔ کتنے خوش نصیب خاندان ہوں گے جو میدانِ حشر میں اپنے اہل وعیال اور اپنے والدین اور دوستوں کے ساتھ، جہاں نفسا نفسی کا عالم ہو گا اور ایک ایک شخص منتشر ہو رہا ہو گا۔ ایک دوسرے سے مل جل کر پورا خاندان جنت کو رواں دواں ہو گا۔"75 اور ایک انتہائی آخری حل بھی پیش کرتے ہیں:"آج کی صورتحال یہ ہے کہ بدکار اور ظلم کرنے والے نے یہ طے کر لیا ہے کہ کوئی طاقت ہماری برائی کو روک نہیں سکتی اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں، چلے لگاتے ہیں انہوں نے شاید طے کر لیا ہے کہ برائی روکنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بدکاروں نے طے کر لیا ہے کہ کوئی انہیں روک نہیں سکتا بلکہ اگر کوئی اس قسم کی بات ہو تو وہ ہنستے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، کہ دیکھو یہ بیوقوف ابھی تک کیا سوچ رہا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں قدرتِ کاملہ کے ظہور اور اختیاراتِ الٰہی کے ابھار اور منجانب اللہ حق کو غالب کرنے والی قوتوں کا ظہور ہوتا ہے۔"76

نتائج بحث

درج بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ مولانا محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ ایک کثیر الجہت شخصیت تھے۔ آپ نے ایک بھرپور زندگی گزاری۔ عصر حاضر کے معاشرتی بگاڑ، بالخصوص مسلم امہ کے تلخ حالات کو بڑے قریب سے محسوس کیا اور اس بے ہنگم معاشرتی زندگی کے بگاڑ کے بنیادی مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل پیش کیا۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک معاشرتی اصلاح کی بنیادی کڑی فرد کی اصلاح ہے۔ اور اس کا ذریعہ تزکیۂ نفس ہے۔ تزکیۂ نفس کے ذریعے ایک فرد کا رسول کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ذاتی تعلق قائم ہوتا ہے۔ اور اسی تعلق کی مضبوطی اور آبیاری ہی ایک حسین معاشرے کی بنیاد ہے۔

References

[1] Abu Nasr Siraj, Kitab al-Luma wa Makanta min al-Tasawwuf al-Islami, (Egypt, Dar-al kutb al-Hadithah,1960),48.

[2] Abu Nasr Siraj, Kitab al-Luma fi al-Tasawwuf al-islami (Translated by Syed Asrar Bukhari),(Lahore, Sufism Foundation, 2000),63.

[3] "What is Sufism", Al-Murshid Monthly, (Darul-Irfan, Munara,Chakwal,July 11,2019):1

[4]He was born in 1904 in his native village Chakrrala, district Mianwali. In 1936, he entered the field of Sufism and achieved perfection in it with continuous efforts of 24 years. In 1962, He started the training of students in a different way. Today, his students are present in every corner of the world.

[5] Al-Bukhari, Abu Abdullah, Muhammad bin Ismail, Al-Jami'a al-Sahih, Kitab al-Ilam, Riyadh, Dar es Salaam,1999),1:72

[6] Awan, Ameer Muhammad Akram, Irshad ul Salikeen, (Darul Irfan, Munara, Chakwal, 2016).

[7] Awan, Ameer Muhammad Akram, Kunz-ut-Talibeen, (Dar al-Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya, 2000).

[8] Asia Awan, Tariq al-Suluk fi Adaab al-Shayukh, (Faisalabad, Al-Khair Publications).

[9] Awan, Ameer Muhammad Akram, Ramooz e Dil, (Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya,2009).

[10] Awan, Ameer Muhammad Akram, Kanuz e Dil (Sharah Ramuz e Dil), (Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya,2009).

[11] Thanvi, Ashraf Ali, Maulana, Masail al-Saluk min Kalam Malik al-Muluk, (Lahore, Idara Islamiat,1990).

[12] Allah Yar Khan, Maulana, Hazrat, Dalail al-Suluk,(Darul Irfan,Munara,Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya,2013).

[13] Awan, Ameer Muhammad Akram, Ghubar e Rah, (Lahore, Owasia Library,2016).

[14] Awan, Ameer Muhammad Akram, Asrar-ul-Tanzil,(Lahore,Owasia Library,2009).

[15] Awan, Ameer Muhammad Akram,Akram al-Tafaseer,(Lahore,Owaisiya Library,2018).

[16] Awan, Ameer Muhammad Akram,Akram al-Tarajam,(Lahore,Qudratullah Company,2018).

[17]Awan, Amir Muhammad Akram, Gard e Safar, ,(Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya,2016).

[18]Awan, Amir Muhammad Akram, Deeda Tar, ,(Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya,2016).

[19]Awan, Amir Muhammad Akram, Mata e Faqir,(Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandiyya Owaisya,2016).

[20]Awan, Ameer Muhammad Akram, Nishan e Manzil, (Rawalpindi, Zawiya Publishers,1994).

[21]Awan, Ameer Muhammad Akram, As Jazira,(Lahore, Owasia Library, 2016).

[22]Awan, Ameer Muhammad Akram, Kaon ci aisi baat hui hay,(Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandia Owaisya,2016).

[23]Awan, Ameer Muhammad Akram, Dil Darwaza, (Darul Irfan, Munara, Chakwal, Idara Naqshbandia Owaisya,2016).
[24] Awan, Ameer Muhammad Akram, Nishan e Manzil, (Rawalpindi,Zawia Publikashionz,1994):22..
[25]Awan, Ameer Muhammad Akram, As Jazira,(Lahore, Owaisiya Library),108.
[26] Awan,Ameer Muhammad Akram,Naqoosh,(Lahore,Owaisiya Library,2013).
[27] Awan,Ameer Muhammad Akram,Tareeq e Nisbat e Owaisiya,(Lahore,Owaisiya Library,1999).
[28]Irshad al salikeen, (Munara, Darul Irfan).
[29] Famous poet of Urdu and Punjabi language.
[30] A famous columnist.
[31] Famous novelist and humorist.
[32]Awan,Ameer, Muhammad Akram, Nishan e Manzil,(Rawalpindi, Zawiya Publishers, 1994),7-8.
[33] Asrar al tanzeel,8:17
[34] Ibid,10:53
[35] Ibid:61
[36] Ibid,1:137-138
[37] Ibid,1:70
[38]Ibid,1:174-175
[39] Al Room 30:41
[40] Akram Al Tafaseer,1:72-73
[41] Al Furqan 25:70
[42] Asrar al Tanzzel,1:170-171
[43] Ibid:27-28
[44] Ibid:33
[45] Ibid:175-176
[46] Ibid:177
[47] Ibid:12-13
[48] Ibid:257-258
[49] Asrar a Tanzeel,10:50
[50] Ibid,5:159
[51] Ibid,2:60
[52] Asrar al Tanzeel,10:189
[53] Ibid,5:114
[54] Ibid,1:286-287

[55] Asrar al Tanzeel,9:166
[56] Ibid,1:21
[57] Asar al tanzeel,1:88-89
[58] Tareeq e Nisbat e owaisiya:430-431
[59] Asrar al Tanzeel,1:188
[60] Asrar al Tanzeel,1:226-227
[61] Asrar al Tanzeel,7:132
[62] Ibid,10:53
[63] Ibid,5:144
[64] Ibid
[65] Sunan Al Tirmizi, Abwab Al jihad, Baab Maa Jaa La Ta Atil Makhlooq Fi Masiat al Khaliq
[66] Asrar al Tanzeel,5:145
[67] Ibid
[68] Asrar al Tanzeel,5:145
[69] Ibid
[70] Ibid:146
[71] Ibid
[72] Ibid,2:49
[73] Tareeq e Nisbat e Owaisiya:593
[74] Asrar al Tanzeel,1:242
[75] Tareeq e Nisbat e Owaisiya:593
[76] Kanz al Talibeen:260